گزشتہ سے پیوستہ

تحریر: خاور امین باجوہ - کھیوڑہ

سیدنا یزید اور سبائی فتنہ

سردار داؤد صاحب نے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو بھی علمی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ہم موقف قرار دینے کی تلبیسی کوشش کی ہے۔ حالانکہ علامہ ابن تیمیہ' امیر المومنین یزید کے متعلق بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اور پہلا اسلامی لشکر جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اس کے سپہ سالار امیر یزید تھے اور لفظ فوج ایک معین تعداد ہے اور اس لشکر کے ہر فرد کا مغفرت و بشارت میں شامل ہونا قوی تر ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی بشارت کی خاطر امیر یزیدؒ نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ (منہاج السنہ جلد ۲ ص ۲۵۲ از علامہ ابن تیمیہ)

یہی علامہ ابن تیمیہ ایک اور مقام پر امیر یزید کی عظمت و رفعت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بلکہ سیدنا معاویہؓ اور یزید اور خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کا اسلام تواتر سے ثابت ہے اور اسی طرح ان کی نماز و روزہ اور کفار سے جہاد بھی (منہاج السنہ جلد' ص ۱۶۳) مزید لکھتے ہیں "یزید ایک امیر زادہ تھا اور اس کے فسق و فجور کی جتنی حکایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اس کے جھنڈے کے نیچے صحابہؓ نے جہاد کیا ہے۔ (منہاج السنہ جلد ۲ ص ۵۱۰)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ "سانحہ کربلا ۶۱ھ کو رونما ہوا اس وقت صحابہ کرامؓ کی بھی ایک معقول تعداد موجود تھی حضرت علیؓ کا خاندان بھی تھا بلکہ حضرت علیؓ کی اپنی اولاد ہی ڈھائی درجن سے زیادہ تھی اسی طرح دیگر قرابت مند بھی تھے لیکن جہاں تک سانحہ کربلا کا تعلق ہے اس پر ساری قلمرو میں کوئی عمومی ردعمل ظاہر نہیں ہوا نہ اس حادثہ الیمہ کے باعث یزید کو "قاتل و ظالم اور فاسق و فاجر" قرار دے کر اس کے خلاف کسی نے بھی خروج کو جائز سمجھا گو ذاتی قلق اس کا کیسا بھی رہا ہو۔ حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ ان دونوں کے سوا باقی سب لوگوں نے یزید کی حکومت یا خلافت کو درست تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں قیام پذیر تھے اور شائد سمجھ رہے تھے کہ ان کے لئے میدان اب صاف ہے چنانچہ وہ حکومت حاصل کرنے کے لئے کارروائیوں میں مصروف تھے۔ ۶۳ھ میں حسب تحریر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اہل مدینہ میں متعدد حضرات کی جن میں بعض صحابہؓ بھی تھے ہمدردیاں عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھیں انہی دنوں ایک وفد مرتب ہوا جو یزید کے ہاں گیا یزید نے تو ان کی خوب آؤ بھگت کی لیکن اس وفد نے مدینہ منورہ واپس آکر یزید کے عیوب گنوانے شروع کر دیئے اور اس کی طرف شراب نوشی وغیرہ باتیں منسوب کر کے ان کو عوام میں خوب پھیلایا گیا۔ **فرجعوا فاظھروا عیبه ونسبوه الی شرب الخمر وغیر ذالک** (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۵۵۵) جس کے نتیجے میں اہل مدینہ نے یزید کی بیعت سے الگ ہونے کا اعلان کر دیا۔ **لما انتری اھل المدینته مع عبداللہ بن الزبیرؓ خلعوا یزید بن معاویته** (فتح الباری ایضاً)

بلکہ گورنر مدینہ عثمان بن محمد پر دھاوا بول دیا اور خاندان بنو امیہ کو محاصرے میں لے لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۴۸۲ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان صفحہ ۳۶۔۳۷ از حافظ صلاح الدین یوسف)

لیکن اہل مدینہ کے اس طرز عمل کو اہل خیر و صلاح نے بالکل پسند نہیں کیا اور اس سے برملا اظہار بیزاری فرمایا جیسا کہ جلیل القدر صحابیؓ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری میں آتا ہے کہ جب ان کو اہل مدینہ کے طرز عمل کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے اپنے اہل خانہ یعنی بال بچوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر بدعہدی (غدر) کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا (علامتی نشان) نصب کر دیا جائے گا ہم نے اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت کی ہے میری نظر میں اس سے زیادہ بدعہدی اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے پھر آدمی اسی کے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ یاد رکھو تم میں سے کسی کے متعلق بھی اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا وہ بدعہدی کرنے والوں کے پیچھے لگ گیا ہے تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہ رہے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۳)

اسی طرح سیدنا حسینؓ کے صاحبزادے زین العابدین کے متعلق بھی حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "اور علی بن الحسین (زین العابدینؒ) ان لوگوں (باغیوں) سے کنارہ کش رہے اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ بن الخطابؓ نے (خلیفہ) یزید کی بیعت نہیں توڑی اور نہ ابن عمرؓ کے گھرانے میں سے کسی ایک شخص نے اور اسیطرح نہ بنی عبدالمطلب (ہاشمی گھرانے) کے کسی ایک فرد نے بھی (خلیفہ) یزید کی بیعت سے انحراف کیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۸)

یہی حافظ ابن کثیر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "اور عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور اہل بیت نبوت کے لوگ (جماعات) یقیناً ان میں سے تھے جنہوں نے نقص عہد نہیں کیا اور یزید سے بیعت کے بعد کسی سے بھی بیعت نہیں کی" (صفحہ ۲۳۳) پھر اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے سیدنا حسینؓ کے پوتے جناب ابو جعفرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ابو جعفر الباقر نے فرمایا کہ جنگ حرہ کے دنوں میں نہ تو ابو طالب کے خاندان کا کوئی شخص (خلیفہ امیر یزید کے خلاف) نکلا اور نہ بنی عبدالمطلب (بنی ہاشم) میں سے کوئی شخص (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۳)

اور سیدنا حسینؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے ان لوگوں کے سامنے جن کے ہاتھ میں شورش کی قیادت تھی یزید کی بیعت توڑ دینے اور اس کے خلاف کسی اقدام میں شرکت کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ امیر یزید پر لگائے گے الزامات کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے امیر یزید کی صفائی پیش کرتے ہوئے درج ذیل بیان دیا۔ "عبداللہ بن المطیع اور ان کے رفقائے کار حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور انہیں یزید کی بیعت توڑ دینے پر رضا مند کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اس پر ابن مطیع نے کہا "یزید شراب نوشی ترک نماز اور کتاب اللہ

کے حکم سے تجاوز کرتا ہے" محمد بن الحنفیہ نے کہا تم جن باتوں کا ذکر کرتے ہو میں نے ان میں سے کوئی چیز اس میں نہیں دیکھی میں اس (یعنی یزید) کے پاس گیا ہوں میرا قیام بھی وہاں رہا میں نے اس کو ہمیشہ نماز کا پابند' خیر کا متلاشی' علم دین کا طالب اور سنت کا پاسدار پایا" وہ کہنے لگے وہ یہ سب کچھ محض تصنع اور آپ کے دکھلاوے کے لئے کرتا ہو گا ابن الحنفیہ نے جواب میں کہا مجھ سے اسے کونسا خوف یا لالچ تھا جس کی بنا پر اس نے میرے سامنے ایسا کیا؟ تم جو اس کی شراب نوشی کا ذکر کرتے ہو کیا تم میں سے کسی نے خود ایسا کرتے دیکھا ہے؟ اگر تمہارے سامنے اس نے ایسا کیا ہے تو تم بھی اس کے سامنے اس کام میں شریک رہے ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم اس چیز کے متعلق کیا گواہی دے سکتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں وہ کہنے لگے یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے اگرچہ ہم میں سے کسی نے اسے ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ ابن الحنفیہ نے فرمایا اللہ تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا وہ تو فرماتا ہے **الا من شهد بالحق وهم يعلمون** گواہی ان لوگوں کی معتبر ہے جن کو اس بات کا ذاتی علم ہو جاؤ! میں کسی بات میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا وہ کہنے لگے شائد آپ کو یہ بات ناگوار گزری ہو کہ یہ معاملہ آپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ میں رہے اگر ایسا ہے تو قیادت ہم آپ کے سپرد کئے دیتے ہیں محمد بن الحنفیہ نے کہا تم جس چیز پر قتال و جدال کر رہے ہو میں سرے سے اس کو جائز ہی نہیں سمجھتا مجھے کسی کے پیچھے لگنے یا لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ کہنے لگے آپ اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مل کر جو جنگ کر چکے ہیں' انہوں نے فرمایا تم پہلے میرے باپ جیسا آدمی اور انہوں نے جس سے جنگ کی ان جیسے افراد کو لا کر دکھاؤ اس کے بعد میں بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر لوں گا' وہ کہنے لگے آپ اپنے صاحبزادگان ابو القاسم اور قاسم ہی کو ہمارے حوالے کر دیں' انہوں نے فرمایا میں ان کو اگر اس طرح کا حکم دوں تو میں خود نہ تمہارے ساتھ اس کام میں شریک ہو جاؤں؟ وہ کہنے لگے اچھا آپ صرف ہمارے ساتھ چل کر لوگوں کو قتال کے لئے آمادہ کر دیں' انہوں نے فرمایا "سبحان اللہ" جس کو میں خود ناپسند کرتا ہوں اور اس سے مجتنب ہوں لوگوں کو اس کا حکم کیسے دوں؟ اگر میں ایسا کروں تو میں اللہ کے معاملے میں اس کے بندوں کا خیر خواہ نہیں بدخواہ ہوں گا' وہ کہنے لگے ہم پھر آپ کو مجبور کریں گے' انہوں نے کہا' میں اس وقت بھی لوگوں سے یہی کہوں گا کہ اللہ سے ڈرو اور مخلوق کی رضا کی خاطر خالق کو ناراض نہ کرو" (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳) اور سیدنا حسینؓ کے بیٹے زین العابدینؒ بھی نہ صرف یہ کہ اس شورش سے علیحدہ رہے بلکہ انہوں نے واقعہ حرہ کے بعد دعا دیتے ہوئے امیر یزید کے متعلق فرمایا کہ "امیر المومنین یزید پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۲۰) خیر و صلاح کی کوشش کے علی الرغم حالات بگڑتے گئے حکیم فیض عالم شہیدؒ لکھتے ہیں "اور (مدینہ میں) قریش نے عبداللہ بن مطیع اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا سردار منتخب کیا تو عثمان بن محمد اموی' مروان بن الحکمؓ اور باقی اموی جن کی تعداد مدینہ میں ایک ہزار کے قریب تھی کچھ تو مدینہ سے نکل گئے اور باقی امیر مروان بن الحکمؓ کی حویلی

میں پناہ گزین ہو گئے ان حالات میں بھی حضرت علیؒ (زین العابدین) نے امویوں کا ساتھ دیا امیر مروانؓ نے یہ دیکھ کر اپنا تمام قیمتی سامان حفاظت کے لئے آپ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے تمام حالات کی خبر عبدالملک بن امیر مروانؒ کے ذریعہ امیر یزید کو لکھ بھیجی اور امیر مروانؓ کو اپنے ہاں پناہ دی۔ مسلم بن عقبہؒ کو مدینہ روانہ کیا اور خصوصی طور پر نصیحت کی کہ علیؒ بن حسینؓ سے نرمی کا سلوک کرنا وہ میرا ہمدرد اور وفادار ہے مسلمؓ نے مدینہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور تین روز تک لوگوں کو سمجھایا مگر کسی نے اس کی بات نہ سنی ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو واقعہ کربلا سے تقریباً تین سال بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ مشہور صحابی رسولؓ حضرت مسلم بن عقبہ اس لشکر کے سالار اعظم تھے تمام لشکر چار دستوں پر مشتمل تھا ایک دستہ کے حضرت عبداللہ بن سعدؓ الفرازی دوسرے کے حضرت روح بن زنباع الجذامیؓ تیسرے کے حضرت عبداللہ بن عصام الاشعری جو راویان حدیث میں شمار ہوتے ہیں اور چوتھے دستے کے حصین بن نمیر' کمانڈر تھے (الاستیعاب' الاصابہ) فوج کی تعداد صرف چار ہزار تھی (کتاب التنبیہ والاشراف' مسعودی) اس لشکر کی اکثریت صحابہ کرامؓ پر مشتمل تھی اور جو تابعی تھے وہ بھی اکثر جہادوں میں اسلام کی سربلندی کے لئے حصہ لے چکے تھے۔ حضرت امیر مسلمؓ بن عقبہ سالار لشکر کی عمر نوے (۹۰) سال تھی اور وہ تین دن تک اعلان کرتے رہے کہ شورش ختم کرو امیرالمومنین یزیدؒ تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتے مگر شورش پسندوں نے اس کے جواب میں گالیاں دیں (اور امیر یزید پر سب و شتم کیا' البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵) تمام سادات بنو امیہ اپنے قریشی دوستوں کے ساتھ مدینہ کے عامل عثمان بن محمد کے ہمراہ امیر مروانؓ کی حویلی میں پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی سمجھایا مگر باغیوں کا سرغنہ ابن مطیع باز نہ آیا (بلاذری' الانساب والاشراف) بلکہ باغیوں نے گالیوں کے ساتھ تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی مجبوراً حضرت مسلمؓ نے جوابی حملے کا حکم دے دیا اور انصار کے مقتدر قبیلہ بنو عبداللہ الاشہلؓ نے فوج کو شہر میں داخلہ کا راستہ دے دیا۔ مشہور مورخ طبری لکھتا ہے کہ ابھی لڑائی جاری تھی کہ ناف شہر سے تکبیروں کی آواز بلند ہوئی۔ ہوا یوں کہ قبیلہ بنو حارثہ نے بھی بنو عبداللہ الاشہل کی طرح باغیوں کے مقابلہ میں اہل شام کا ساتھ دیا۔ صرف پانچ چھ سرغنہ قتل ہوئے۔ آٹھویں صدی ہجری تک کے مورخین نے اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا (حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۲۴۳' ۲۴۴) رہیں وہ جھوٹی اور وضعی تفصیلات جو واقدی' ابو مخنف اور محمد بن السائب کلبی وغیرہ مشہور کذاب راویوں نے وضع کیں اور ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں درج کر کے مشہور کیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ہزاروں آدمی قتل ہوئے تین دن تک مدینہ بے دریغ لوٹا گیا اور عورتوں کی عصمت دری کی گئی' یہ سب داستانیں محض جھوٹ اور ہفوات ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک جگہ تو یہ تحریر کیا ہے کہ واقعہ حرہ میں "صحابہؓ اور دوسرے لوگ کثیر تعداد میں قتل ہوئے" (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۹) مگر دوسرے ہی صفحہ پر یہ لکھا ہے "حرہ میں قریش و انصار کے مقتولین کی تعداد تین سو چھ تھی" مقتولین کی تعداد کے بارے میں متضاد بیان ہی اس حقیقت کا واضح

ثبوت ہے کہ راویوں نے اپنے اپنے رجحان طبیعت کے مطابق مقتولین کی تعداد قرار دے لی ہے۔ کذاب، رافضی راویوں کی روایات اور مجہول و بے سند روایات کو جو کہ واقعہ حرہ کے متعلق مبالغہ میں کثیر تعداد میں ہیں ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا۔ سبائی و رافضی گروہ کا شروع سے یہ منصوبہ اور وطیرہ ہے کہ اہل بیت کی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کی آڑ میں وہ تمام صحابہؓ کو دنیا دار، باطل پرست اور ظالم مشہور کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ خوشی سے بغلیں بجا رہا ہے کہ ایسی فوج جو کہ یزید نے بجا طور پر باغیوں کی تادیب کے لئے بھیجی تھی کے متعلق وہ یہ تاثر دینے میں مکمل طور پر کامیاب ہو گیا ہے کہ وہ اوباش اور غنڈہ گرد و بدقماش عناصر کا گروہ تھا جسے اسلام سے اور دور خیر القرون میں موجود اس وقت کے مسلمانوں کے اخلاق و عادات سے مکمل طور پر لاتعلقی تھی۔ حالانکہ! اس فوج کے کمانڈر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبیر السن یعنی عمر رسیدہ صحابی مسلمؓ بن عقبہ تھے جن کے ساتھ کئی صحابہؓ اور بے شمار تابعین بھی تھے اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ فوج کے سپاہی جو کچھ بھی کرتے رہیں نیک نامی یا رسوائی کا سہرا کمانڈر ہی کے سر ہتا ہے ظلم و بربریت اور سفاکی کی اس مشہور داستان کا حاصل تو یہ ہوا کہ ظلم و بربریت اور سفاکی کے ساتھ قتل و قتال اور وحشیانہ شہوت رانی کا کریڈٹ ایک صحابیؓ رسولؐ (یعنی مسلم بن عقبہؓ) کے سر گیا ایک صحابیؓ ہی کی سرکردگی میں یہ انسانیت سوز اور ناپاک کردار ادا کر کے یہ خونی کھیل کھیلا گیا۔ (معاذ اللہ) دور خیر القرون اور اس میں موجود ان صحابہ کرام و تابعین عظام کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل پر مبنی منظر کشی اور کیا ہو گی؟

فدا کرتا رہا دل کو سبائیوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تونے

رہ گئیں وہ احادیث نبویہ کہ جن میں مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے والے شخص کو وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ان احادیث کا مورد امیر المومنین یزید نہیں کیونکہ انہوں نے مدینہ یا اہل مدینہ کے خلاف کوئی برائی یا ظلم نہیں کیا کیونکہ باغیوں کی سرکوبی ظلم نہیں بلکہ حاکم وقت امیر کا فرض تھا پھر ایسی صورت میں امیر یزیدؒ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کس دینی قانون کی بنا پر خاموش بیٹھے رہتے؟

وما علینا الا البلاغ المبین

✶✩✶✩✶✩